AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Recognized in "Y" Category Journal by HEC
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.

Volume IV, Issue II
Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index
Category Y
Link: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article:

سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں نظام عدل وقضا: ایک تحقیقی مطالعہ (حصہ اول)

Authors & Affiliations:
[1] **Sana Syed**
Assistant professor, Dr.I.H Zuberi College of Home economics.

Email Add: [1] sayedashah313@gmail.com

ORCID ID: [1] https://orcid.org/0009-0007-1351-5264

Published: 2024-04-25

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.20060257

Citation: Sana Syed. 2024. " سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں نظام عدل و قضا: ایک تحقیقی مطالعہ (حصہ اول): The Judicial and Justice System in the Light of the Seerah of The Holy Prophet Muhammad ﷺ: A Research Study". *AL MISBAH RESEARCH JOURNAL* 4 (02):146-61. https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/article/view/332.

Copyright's info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
ROOTINDEXING
Google Scholar

Published by Institute of Culture and Ideology, Islamabad.
+92-313-305-2561, +92-300-030-9933
www.almisbah.info
REINCI

AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 146-161

سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں نظام عدل و قضا: ایک تحقیقی مطالعہ

(حصہ اول)

The Judicial and Justice System in the Light of the Seerah of The Holy Prophet Muhammad ﷺ: A Research Study

* Sana Syed

ABSTRACT

Justice is the foundation of any civilized society and the key to peace, stability, and real progress. No community can enjoy lasting prosperity or harmony without a fair system of justice. When injustice, favoritism, and the denial of rights exist, they create conflict and disorder. In contrast, justice protects people's rights, builds trust, and strengthens social well-being. For this reason, Islam gives justice a central place in both personal and collective life. It can generally be understood in four main forms: legal, economic, social, and political justice, all of which are important in every area of human life.

Within this framework, the institution of judiciary occupies a highly significant and sensitive position in Islamic teachings. It is through an impartial judicial system that society can be protected from chaos, insecurity, disorder, and corruption. Therefore, the office of judge carries immense responsibility. Its proper discharge with honesty and fairness is a source of great reward, while negligence and injustice invite severe accountability. In the light of the Seerah of the Holy Prophet Muhammad ﷺ, a judge is expected to possess noble moral and professional qualities such as integrity, courage, sound knowledge, piety, wisdom, good character, and practical understanding of human affairs. Likewise, the observance of judicial ethics is essential, including equality before the law, consultation where appropriate, and decisions in accordance with divine guidance and established principles of justice.

This article examines the importance of justice, judicial ethics, and the desirable qualities of a judge in the light of the Seerah of the Holy Prophet Muhammad ﷺ. It also presents a comparative review of the qualities and standards expected of judges under the legal framework of Pakistan.The study concludes that examining the judicial and justice system in the light of the Seerah is not only essential for understanding Islamic teachings in a deeper and more practical way, but is also highly relevant to the social and legal challenges of the modern world. It offers meaningful guidance for building a just, balanced, harmonious, and peaceful society.

Key words: Judicial and justice system, Types of justice, Judicial ethics, The importance of justice and fairness, Qualities of a judge,Qur'an ,Sunnah.

* *Ph.D. Scholar, comparative Religion and Islamic Culture University of Sindh Jamshoro.*

معاشرے میں استحکام، اصلاح، ترقی، خوش حالی اور امن و امان کا قیام عدل و انصاف کو عملی طور پر نافذ کیے بغیر ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کو اسلامی معاشرتی نظام کا ایک لازمی جزو بنا دیا۔ عدل و انصاف کی فراہمی پر خصوصی توجہ دی، اور ایسے عدالتی اصول پیش کیے جن کے ذریعے انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں عدل و انصاف کی اہمیت:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے اور ہر حال میں عدل و انصاف کے قیام کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں انصاف کرنے والوں کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور ظلم، ناانصافی اور زیادتی کی مذمت اور ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں عدل و انصاف کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔

عدل و انصاف قرآن کی روشنی میں:

عدل و انصاف کا قیام رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل تھا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِٱلْقِسْطِ"[1]

"فرما دیجیے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔"

نیز فرمایا:

"وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ"[2]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔"

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہر حال میں عدل و انصاف کے قیام اور حق کے مطابق گواہی کو یقینی بنائیں، چاہے اس کی وجہ سے انہیں، ان کے والدین اور اقارب کو نقصان اٹھانا پڑے۔ کسی بھی قسم کا خوف، لالچ، رحم، خوشامد، سفارش، مال دار کی رعایت یا غریب کے فقر کا اندیشہ، غرض کوئی بھی سبب عدل و انصاف کے قیام میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُواْ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓاْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا"[3]

"اے ایمان والو! ایسے ہو جاؤ کہ انصاف پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے (سچی) گواہی دینے والے ہو۔ اگر تمہیں خود اپنے خلاف، یا اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے جب بھی نہ جھجکو۔ اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج ہے، تو اللہ (تم سے) زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے۔ تم خواہش کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑو اور اگر تم نے غلط بیانی یا پہلو تہی کی تو جان لو جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہدایت دی ہے کہ کسی قوم یا انسان کی دشمنی یا عصبیت، گواہی یا عدم و انصاف میں اثر انداز نہ ہو سکے۔ ارشاد ہوا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ "[4]

اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

عدل وانصاف کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو عدل وانصاف قائم کرنے کی تاکید فرمائی اور ظلم وستم سے ڈرایا، حدیث میں ارشاد ہوا:

"ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم قیامت کے دن (دلوں پر چھانے والی) کئی تاریکیاں ہوگا۔ بخل اور ہوس سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل وہوس نے ہلاک کردیا، اسی نے ان کو اکسایا تو انہوں نے اپنے (ایک دوسرے کے) خون بہائے اور اپنی حرمت والی چیزوں کو حلال کرلیا۔[5] "

ایک اور روایت ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دے دیتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر جانے نہیں دیتا۔ پھر آپ نے (یہ آیت) پڑھی: "اور جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو آپ کے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے (کہ کوئی بچ نہیں سکتا۔) بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔"[6،7]

اقسام عدل:

عدل کی متعدد اقسام ہیں، تاہم ان سب کو چار بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

قانونی عدل:

قانونی عدل سے مراد یہ ہے کہ قانون کے ذریعے ہر فرد کو بلا امتیاز رنگ ونسل کے انصاف فراہم کرنا اور ہر شخص کو قانونی تحفظ میسر ہونا۔ قانونی عدل کے ذریعے ہی انسانی حقوق کا مؤثر تحفظ ممکن ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ قانون پر مکمل عمل درآمد ہو اور وہ سب کے لیے یکساں ہو۔ اس میں حاکم ومحکوم، امیر وغریب کے درمیان کوئی فرق نہ رکھا جائے، اور اپنے فرائض میں غفلت برتنے والوں سے مؤاخذہ کیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا "[8]

"یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے۔ بیشک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔"

قانونی عدل کی اہمیت کا اندازہ آپ ﷺ کی اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور بیٹھنے میں اس کے سب سے قریب عادل حکمراں ہوگا، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور اس سے سب سے دور بیٹھنے والا ظالم حکمراں ہوگا"۔[9]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

معاشی عدل:

معاشی عدل سے مراد یہ ہے کہ تمام افراد کو یکساں طور پر معاشی مواقع میسر ہوں۔ دولت کی تقسیم انصاف اور توازن کے اصولوں کے مطابق مساوی لحاظ سے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ [10]

"آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور تم جو کچھ بھلائی کروگے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔"

معاشرتی عدل:

معاشرتی عدل سے مراد یہ ہے کہ تمام اشخاص کو ان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق مساوی طور پر میسر ہوں۔ اسلام نے معاشرتی عدل پر بہت زور دیا ہے کیوں کہ اگر کسی شخص کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جائے گا تو نہ تو وہ اپنے فرائض بخوبی انجام دے سکے گا اور نہ ہی معاشرے میں کوئی مثالی کردار ادا کر سکے گا۔ اسلام نے انسان کو محض انسان ہونے کی حیثیت سے عزت و تکریم عطا کی ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اور اس کی جان، مال، عزت و آبرو کی بلا امتیاز و تفریق حفاظت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

" وَلَا تَقْتُلُوا۟ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۚ [11]

" اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہرگز ناحق قتل نہ کرنا۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی تمام مخلوق برابر ہے، لہٰذا تمام افراد کی سلامتی مطلوب ہے، اسی لیے کسی ایک فرد کو بلا وجہ مار ڈالنا گویا تمام افراد کو مار ڈالنا ہے، اسی طرح ایک انسان کی زندگی بچانا تمام انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہوا:

"مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا ۚ [12]

"جو کوئی کسی کو قتل کرے، جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔"

اسلامی معاشرتی عدل کے مطابق انسان ہونے کے اعتبار سے سب افراد برابر ہیں۔ دولت و ثروت کسی کے لیے سببِ فضیلت نہیں، نہ ہی رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کو دوسروں پر برتری حاصل ہے، بلکہ روئے زمین کا ہر انسان قابلِ احترام اور مستحقِ تکریم ہے۔

سیاسی عدل:

سیاسی عدل سے مراد ایسا منصفانہ نظام حکومت ہے جس میں اقتدار، اختیار اور ریاستی وسائل کا استعمال انصاف، دیانت اور مساوات کے اصولوں کے مطابق ہو۔ اس نظام میں ہر شہری کو بلا امتیاز سیاسی حقوق حاصل ہوں، رائے کے اظہار کی آزادی میسر ہو، اور حکمران قانون کے تابع رہتے ہوئے عوام کی خدمت انجام دیں۔ سیاسی عدل ہی وہ بنیاد ہے جس کے ذریعے معاشرے میں استحکام، اعتماد اور اجتماعی فلاح کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

عدل ایک ایسی جامع اور بنیادی قدر ہے جس سے انسان کا اپنی زندگی کے ہر مرحلے، ہر معاملے اور ہر دور میں سامنا رہتا ہے۔ انسانی حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں عدل وانصاف کی ضرورت محسوس نہ ہوتی ہو۔ خرید و فروخت کے معاملات ہوں یا باہمی لین دین، باہمی تنازعات میں گفت گو ہو یا کسی مسئلے کے حل کے لیے فیصلہ سازی، ہر جگہ انصاف، دیانت اور توازن کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح کھانے پینے، رہن سہن، اخراجات اور معاشی معاملات میں بھی اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا عدل ہی کا تقاضا ہے۔ انسان اپنے اہلِ خانہ واقارب، پڑوسیوں، ماتحتوں اور معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ حسنِ سلوک اور منصفانہ طرزِ عمل کا پابند ہے۔ حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ برتاؤ، ان پر بوجھ ڈالنے اور ان سے کام لینے میں بھی عدل وانصاف اور رحم دلی سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے

غرض یہ کہ صبح بیدار ہونے سے لے کر رات کے آرام تک، انفرادی زندگی سے اجتماعی نظام تک، ہر قدم پر عدل وانصاف انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس سے معاشرے میں امن، اعتماد اور توازن قائم ہوتا ہے۔

منصب قضا: فضائل اور نزاکتیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق منصب قضا ایک نہایت اہم اور حساس ذمہ داری ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف نزاکتیں اور جواب دہی بہت سخت ہے وہیں دوسری طرف حق کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی صورت میں فضائل اور اجر وثواب کی بشارتیں بھی موجود ہیں۔ منصب قضا کے چند اہم فضائل درج ذیل ہیں:

عادل قاضی کا قابل رشک ہونا:

ریاست میں کسی ایسی مؤثر قوت کا ہونا ضروری ہے جو طاقت ور کو کمزور پر ظلم کرنے سے روک سکے اور کمزور کو اس کا حق دلا سکے، تاکہ معاشرہ انتشار، بدامنی اور بدنظمی سے محفوظ رہے اور فتنہ وفساد، معاشرتی نظام کے ہر شعبے میں سرائیت نہ کر سکے، چناں چہ شریعت اسلامی کی روشنی میں عدل وانصاف کے ساتھ یہ ذمہ داری پوری کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے قابل رشک قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حسد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل، علم قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔"[13]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ نمائی حاصل ہونا:

عادل قاضی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات کی طرف راہ نمائی کی جاتی ہے، اسے حق وسچائی تک پہنچنے اور درست فیصلہ کرنے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب قاضی اپنی نشست پر بیٹھتا ہے تو اس پر دو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو اس کو صحیح راستہ پر رکھتے ہیں، اس کو حسن توفیق بخشتے رہتے ہیں اور اس کی راہ نمائی کرتے رہتے ہیں، (یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے) جب تک وہ ظلم اور تعدی کا ارادہ نہ کرے، جوں ہی وہ ظلم اور جور کی طرف مائل ہوتا ہے یہ دونوں فرشتے اس کو چھوڑ کر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔"[14]

بلند مقام حاصل ہونا:

عادل قاضی کو قیامت کے دن بلند مرتبہ ومقام حاصل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کی دن انصاف کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے رحمان کے دائیں جانب اور رحمان کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے فیصلوں اور گھر والوں اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں ان میں انصاف کرتے ہیں۔"[15]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

اجر وثواب کا حصول ہونا:

عادل قاضی اپنے انصاف اور عدل کی وجہ سے درست فیصلہ کرنے پر اجر وثواب کا مستحق بنتا ہے، اس کا عدل کرنا اور ہر منصفانہ فیصلہ اس کی نیکی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ دو افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ لے کر حاضر آئے آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا اس حالت میں بھی (میں فیصلہ کروں) جب کہ ﷺ آپ ﷺ خود یہاں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: کس بنیاد پر فیصلہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اجتہاد کرو، اگر تم اجتہاد کرنے میں راہ راست پر پہنچ گئے تو تمہیں دس گنا اجر ملے گا اور اگر تم اجتہاد میں غلطی کر گئے تو ایک اجر ملے گا۔"[16]

منصب قضا کی نزاکتیں:

عادل قاضی کو بہت سے فضائل حاصل ہیں، تاہم قاضی کی ذمہ داری بہت حساس اور پر خطر ہے۔ اس منصب کو قبول کرنے والوں کو پہلے سے ہی اس راہ کے مصائب اور آزمائشوں کو مد نظر رکھ کر تیار رہنا چاہیے۔ قاضی کے فیصلے حیات انسانی اور معاشرتی حالات پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس منصب کی نزاکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کو منصب قضا پر فائز کیا گیا یا جو لوگوں کا قاضی بنایا گیا، (گویا) وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔"[17]

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے مسلمانوں میں قضا کا منصب طلب کیا یہاں تک کہ اسے حاصل کر لیا، پھر اس کا عدل کرنا ظلم کرنے پر غالب رہا، تو اس کے لیے جنت ہے، اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب رہا، اس کے لیے جہنم ہے۔"[18]

جج یا قاضی معاشرتی امن اور انصاف کو قائم رکھنے کا ضامن ہوتا ہے، کسی بھی فیصلے میں اس کی ایک چھوٹی سی غلطی یا لغزش بڑے نقصانات اور سنگین نتائج کا باعث بن سکتی ہے، اسی وجہ سے اس کا منصب ذمہ داری، بصیرت اور خوف خدا کا متقاضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جو کوئی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اس کی گدی سے پکڑے رکھتا ہے اور جہنم کے کنارے کھڑا رکھتا ہے اور اپنا سر اللہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ اگر اللہ حکم دیں تو جہنم کی چالیس سالہ گہرائی میں پھینک دیتا ہے۔"[19]

قاضی کے منصب کی سنگینی اور اس کی جواب دہی کی سختی کی طرف متنبہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"قیامت کے دن عادل قاضی کو لایا جائے گا وہ شدت حساب کی وجہ سے تمنا کرے گا کہ وہ ایک کھجور کا بھی فیصلہ دو کے درمیان نہ کرتا۔"[20]

یہ احادیث اور اس طرح کی اور متعدد روایات قاضیوں کو متنبہ کرتی ہیں کہ وہ ہر حال میں عدل وانصاف کو مقدم رکھیں، اپنی ذمہ داری کو اللہ کے خوف، رضا اور آخرت کی فکر کے ساتھ انجام دیں اور اپنے ہر فیصلے میں انصاف کے تمام تقاضوں کو پوری ذمہ داری، دیانت اور احتیاط کے ساتھ مکمل کریں۔

آداب قضا: قرآن وسنت کی روشنی میں

قرآن وسنت کی روشنی میں آداب قضا مندرجہ ذیل ہیں:

عدل وانصاف کرنا:

جج یا قاضی کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر حال میں انصاف کے تقاضے پورے کرے، اس کی ذاتی رائے، تعلقات، ذاتی مفاد، خوف، لالچ یا کوئی اور سبب عدل وانصاف قائم کرنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا" [21]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچادو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ کرو، بے شک اللہ تمہیں اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے"

نیز فرمایا:

"وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ" [22]

"اور انصاف کیا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

عدل وانصاف کرنے والے حاکم اور قاضی کو قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے افراد جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا آدمی جسے کسی خوب صورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ انسان جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔" [23]

ایک اثر میں ہے کہ:

"ایک دن کا عدل چالیس سال کی عبادت کے برابر ہے۔" [24]

شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا:

قاضی کے لیے لازمی ہے کہ فیصلے کرتے وقت شریعت کے تقاضوں اور اصولوں کو مد نظر رکھ کر ان کے مطابق فیصلہ کرے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہوا:

"إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا" [25]

"یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔"

جانتے بوجھتے، لاعلمی یا جہالت کے باعث حق اور شریعت کے خلاف فیصلہ دینے والا جہنم کا حق دار بن جاتا ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ اس حساس ذمہ داری اور منصب پر اصحاب علم اور اصحاب ہمت وشجاعت کو فائز کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک جنت میں ہے اور دو آگ میں۔ جنت میں جانے والا وہ ہے جس نے حق پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، اور جس نے حق پہچانا اور پھر فیصلے میں ظلم کیا تو وہ آگ میں ہے، اور جس نے جاہل ہوتے ہوئے لوگوں کے درمیان فیصلے کیے وہ بھی آگ میں ہے۔"[26]

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل قدر نبی کو حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِي ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ"[27]

"اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیوں کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔"

مشاورت:

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ کتاب وسنت سے راہ نمائی حاصل کرے، تاہم جن معاملات میں کتاب وسنت خاموش ہوں اور ان معاملات کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہو، تو اس صورت میں ان معاملات میں محض اپنی ذاتی رائے کے مطابق فیصلہ کرنے سے بہتر ہے کہ اہل علم اور صاحب الرائے لوگوں سے تبادلہ خیال اور مشورہ کرنے کے بعد خوب غور وفکر کرے اور پھر ان معاملات کا فیصلہ کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کا بھی اجتہادی معاملات میں یہ ہی سنت رہی ہے۔ میمون بن مہران سے روایت ہے کہ:

"جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی فریق مقدمہ لے کر آتا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اللہ کی کتاب میں دیکھتے اور غور کرتے تھے اگر وہاں کوئی ایسا حکم مل جاتا جس سے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا جاسکے تو اس حکم کے مطابق فریقین میں فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ اگر کتاب اللہ میں ان کو کوئی ایسا حکم نہ ملتا تو پھر دیکھتے اور غور کرتے کہ کیا اس معاملہ میں نبی کریم ﷺ کی کوئی سنت موجود ہے۔ چناں چہ اگر انہیں کسی سنت کا علم ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ دیا کرتے تھے، لیکن اگر کسی سنت کا علم نہ ہو سکتا تو مسلمانوں سے پوچھتے اور فرماتے"، میرے پاس ایسا ایسا معاملہ آیا ہے میں نے کتاب اللہ پر بھی نظر دوڑائی اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر بھی لیکن مجھے اس میں کوئی حکم نہیں ملا، تو کیا آپ حضرات کے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمایا ہو؟ اکثر وبیشتر ایسا ہوتا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر کہتے کہ ہاں آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں یہ اور یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلہ پر آپ رضی اللہ عنہ عمل کر لیتے تھے۔ جعفر (اس حدیث کے راوی) بیان کرتے ہیں کہ میمون بن مہران کے علاوہ دوسرے شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے "شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم میں سے ایسے لوگ پیدا کر رکھے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے حالات محفوظ رکھتے ہیں۔ اگر اس سے بات نہ بنتی اور سنت کی تلاش آپ رضی اللہ عنہ کو تھکا دیتی تو پھر مسلمانوں کے بڑے لوگوں اور اہل علم کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے اور جب ان کی رائے کسی رائے پر متفق ہو جاتی تو

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 146-161

اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ میمون بن مہران نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی کچھ کیا کرتے تھے۔ جب قرآن و سنت میں کسی حکم کی تلاش کرتے کرتے وہ تھک جاتے (اور حکم نہ ملتا) تو پھر دیکھتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا ہے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے، ورنہ مسلمانوں کے بڑے لوگوں، سرداروں اور اہل علم کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے اور جب ان کی رائے کسی معاملہ پر متفق ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔"[28]

غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے سے احتراز برتنا:

غصہ انسان کی نفسیات، سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت پر بہت اثر انداز ہوتا ہے اور اس حالت میں کیے گئے اکثر فیصلے بعد میں ندامت اور پچھتاوے کا سبب بنتے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے وقت فیصلہ کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"کوئی ثالث دو افراد کے درمیان فیصلہ اس وقت نہ کرے جب وہ غصہ میں ہو۔"[29]

فریقین کے درمیان مساوات کا حکم:

قاضی کے لیے فریقین کے درمیان عدل و مساوات کا اعلیٰ ترین معیار قائم کرنا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے ساتھ انداز گفتگو سے لے کر توجہ سے بات سننے تک، دیکھنے کے انداز سے لے کر بیٹھنے کے طریقے تک دونوں فریقین میں مکمل مساوات کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ ان کے درمیان اپنی نظروں، اشاروں اور انداز نشست میں بھی عدل سے کام لے۔"[30]

فریقین کے درمیان انداز گفتگو اور لب ولہجہ میں بھی مساوات قائم کرنے کی تاکید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جائے اس کو چاہیے کہ کسی صورت میں بھی ایک فریق سے دوسرے فریق کے مقابلہ میں زیادہ بلند آواز سے ہرگز گفتگو نہ کرے۔"[31]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنایا تو وہ اپنی نو عمری اور اس عہدہ کا تجربہ نہ ہونے کے باعث کچھ تردد کا شکار تھے، جس کا اظہار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی کہ:

"یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا۔ جب مقدمے کے دو فریق تمہارے سامنے بیٹھیں تو اس وقت تک ہرگز فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے سے سن نہ لینا جیسے کہ پہلے سے سنا ہو۔ بلاشبہ یہی چیز زیادہ لائق ہے کہ فیصلہ تمہارے لیے واضح ہو جائے۔ سیدنا علیؓ کہتے ہیں: چناں چہ میں وہاں قاضی بنا رہا یا (فرمایا) مجھے اس کے بعد فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔"[32]

قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا:

قاضی یا حاکم اپنا فیصلہ گواہوں، ثبوتوں اور شواہد کی بنیاد پر سناتا ہے، اس کا فیصلہ کسی حرام کو حلال، یا کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" وَلَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ"[33]

"اور ایسانہ کرو کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھاؤ اور نہ ایسا کرو کہ مال و دولت کو حاکموں کے دلوں تک پہنچنے کا (یعنی انہیں اپنی طرف مائل کرنے کا) ذریعہ بناؤ۔ تاکہ دوسروں کے مال کا کوئی حصہ ناحق حاصل کرلو۔ اور تم جانتے ہو کہ حقیقت حال کیا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں قتادہؒ فرماتے ہیں:

"لوگو! سمجھ لو کہ قاضی کا فیصلہ تمہارے لیے حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ باطل کو حق کر سکتا ہے، قاضی تو اپنی عقل سمجھ سے گواہوں کی گواہی کے مطابق ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھی آخر انسان ہے، ممکن ہے خطا کرے اور ممکن ہے خطا سے بچ جائے تو جان لو کہ اگر فیصلہ قاضی کا حقیقت کے خلاف ہو تو تم صرف قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے اسے جائز مال نہ سمجھ لو یہ جھگڑا باقی ہی ہے یہاں تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرے اور باطل والوں پر حق والوں کو غلبہ دے کر ان کا حق ان سے دلوائے اور دنیا میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے خلاف فیصلہ صادر فرما کر اس کی نیکیوں میں اسے بدلہ دلوائے۔"[34]

قاضی کا حکم یا فیصلہ کسی معاملہ کی حقیقت کو شریعت کے نزدیک نہیں بدلتا، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" تم لوگ میرے یہاں اپنے مقدمات لاتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک تم میں دوسرے سے دلیل بیان کرنے میں بڑھ کر ہوتا ہے (قوت بیان یہ بڑھ کر رکھتا ہے) پھر میں اس کو اگر اس کے بھائی کا حق (غلطی سے) دلا دوں، تو وہ حلال (نہ سمجھے) اس کو نہ لے، میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں"۔[35]

قضا کا منصب طلب کرنے کی ممانعت:

قاضی یا جج کے منصب کی اہمیت اور حساسیت کی وجہ سے اسے اس انسان کے سپرد کیا جائے گا جس کے اندر اس ذمہ داری کو پوری کرنے کی صلاحیت اور قابلیت موجود ہو، اور ایسے انسان کو اس عہدے کی ذمہ داری دینے سے گریز کیا جائے گا جو اس عہدے کا حریص ہو اور اس کے حصول کے لیے رشوت، سفارش یا دوسرے ناجائز ذرائع استعمال کرے کیوں کہ عام طور پر ایسے انسان کا مقصد صرف اس عہدے کا حصول رہ جاتا ہے اگر عہدہ مل جاتا ہے تو اس کی بقا کی ہی سعی کرتا رہتا ہے اور اپنا وقت ریاکاری، نمائش اور اپنے محسنوں کی خوشامد میں ہی ضائع کرتا رہتا ہے جس کی وجہ اس منصب حاصل کرنے کا اصل مقصد ہی مفقود ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" جس نے قاضی کا عہدہ طلب کیا اور اس کے لیے لوگوں سے مدد چاہی (سفارشیں کرائیں) تو یہ منصب اور کام اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ (اللہ کی طرف سے اس کی کوئی مدد نہ ہو گی) اور جس نے اسے طلب کیا نہ لوگوں سے مدد چاہی، تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ نازل فرماتا ہے جو اسے سیدھی راہ سمجھاتا رہتا ہے۔"[36]

تحائف قبول کرنے کی ممانعت:

قاضی کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون اور دلائل کی بنیاد پر فیصلے سنائے، نہ کہ کسی مجبوری، لالچ یا تشکر کے تحت۔ اگر وہ تحفے قبول کرتا ہے تو عوام میں اس کی آزادی رائے اور دیانت پر سوال پیدا ہو سکتا ہے، ایک معقول ناظر کے نزدیک قاضی کا تحفے قبول اور وصول کرنا اس کی غیر جانب داری کو مشکوک کر سکتا ہے جس سے عدلیہ کی ساکھ کو نقصان ہو سکتا ہے اور عوام کا ان پر اعتماد ختم ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے حساس عہدوں پر فائز لوگوں کو تحائف قبول کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 146-161

"لوگو!تم میں سے جس کسی کو ہماری طرف سے کوئی عمل داری سونپی گئی ہو، پھر اس نے اس کے محاصل میں سے کوئی سوئی یا اس سے بھی کم یا زیادہ کو چھپالیا، تو وہ طوق ہے جسے پہنے ہوئے وہ قیامت کے روز حاضر ہو گا۔ "تو کالے سے رنگ کا' ایک انصاری جوان کھڑا ہو گیا، (راوی کہتے ہیں) گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "کیا ہوا؟" اس نے کہا: میں نے آپ کو سنا ہے کہ آپ یوں یوں فرمارہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "(ہاں) میں یہی کہتا ہوں۔ جس کو ہم نے کوئی کام سونپا ہو تو اسے چاہیئے کہ اس کے محاصل تھوڑے ہوں یا زیادہ سب لے آئے۔ اور پھر اس میں سے جو اسے (حق الخدمت) دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے رک جائے۔ "[37]

قاضی کے لیے تحائف قبول کرنے کی ممانعت، عدالتی خود مختاری، دیانت داری اور غیر جانبداری کو ممکن بناتی ہے، یہ ممانعت فیصلوں کو ہر طرح کے بیرونی دباؤ، ذاتی اثر ورسوخ اور جانب داری کے خدشہ سے محفوظ رکھتی ہے جس کے نتیجے میں انصاف کی شفاف فراہمی یقینی بنتی ہے، عدالتی نظام کی ساکھ اور وقار میں بہتری آتی ہے اور عوام میں اس نظام کی شفافیت پر اعتماد فروغ پاتا ہے۔ روایت ہے کہ:

"ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی ران ہر سال تحفہ کے طور پر پیش کیا کرتا تھا، کہتے ہیں کہ ایک بار وہ اپنا مقدمہ لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں آیا اور دوران گفتگو بولا: اے امیر المومنین! آپ ہمارے درمیان ایسا واضح اور دوٹوک فیصلہ کردیجیے (جس میں حق اور باطل اس طرح الگ الگ ہو جائے) جیسے اونٹ کی ران سے گوشت الگ ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال حکومت اور حاکمان عدالت کو مراسلہ لکھا کہ کوئی تحفہ قبول مت کرو اس لیے کہ یہ تحائف کے پردہ میں رشوت ہوتی ہے۔ "[38]

سکون واطمینان کے ساتھ فیصلہ سنانا:

قاضی کو چاہیے کہ مکمل اطمینان، سکون اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ فیصلہ سنائے، اگر وہ بھوک یا پیاس کا شکار ہو تو پہلے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرے اور پھر مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ کرے تاکہ وہ پوری توجہ اور یکسوئی سے مقدمہ سن سکے، اس طرز عمل سے عجلت، گھبراہٹ یا جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر غلط فیصلہ صادر ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" قاضی اس وقت قضا کے فرائض انجام دے جب وہ خوب کھایا پیا اور سیر ہو، (بھوکا یا پیاسا نہ ہو)۔ "[39]

حرمت رشوت:

اسلام میں رشوت دینا اور لینا دونوں سختی سے حرام ہیں، رشوت کی قباحت اور سنگینی ادارہ عدل اور انصاف میں مزید بڑھ جاتی ہے کیوں کہ ان اداروں کا بنیادی مقصد انصاف کی فراہمی ہوتا ہے اگر یہ ادارے ہی رشوت لے کر فیصلہ کرنے لگیں گے تو ان کا بنیادی مقصد ہی فوت ہو جائے گا، انصاف کا معیار مجروح ہو گا اور معاشرے میں ظلم اور بدعنوانی کو فروغ ملے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رشوت لے کر فیصلہ کرنا کفر ہے اور لوگوں کا رشوت دینا سخت گناہ ہے۔ "[40]

تنخواہ کا جواز:

جج اور دیگر سرکاری ملازمین کے لیے مناسب تنخواہ مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسلام نے اجرت اور معاوضہ دینے اور لینے کی ترغیب فرمائی ہے یہاں تک کہ جن اشخاص کو اس مال کی ضرورت نہیں ہے انہیں بھی مقررہ تنخواہ وصول کرلینا چاہیے، کیوں کہ یہ عہدے اور خدمت کے بدلے ملنے والا جائز استحقاق ہے، اس نظام سے انتظامی امور میں شفافیت قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدعنوانی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سعدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں آئے تو ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"کیا مجھ سے یہ جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا پسند نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوش حال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ میں نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کرتے تھے تو میں عرض کر دیتا تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ اس کے ضرورت مند کو عطا فرما دیجئے۔ آخر آپ نے ایک مرتبہ مجھے مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ اسے ایسے شخص کو دے دیجئے جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ نے فرمایا کہ اسے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کرو۔ یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔"[41]

قاضی کے اوصاف:

قاضی یا جج کے اندر اچھے اوصاف وصفات کا ہونا ضروری ہے کیوں کہ وہ نظام عدل کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے اور اس کا کام انصاف فراہم کرنا ہے۔ اگر جج میں مطلوبہ اخلاقی صفات نہ ہوں، تو وہ صحیح فیصلے نہیں کر سکے گا اور اس کے فیصلے انصاف کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوں گے، جب کہ اچھے اخلاق اور پیشہ ورانہ صفات کا حامل جج، عدلیہ کا وقار اور ساکھ بلند کرتا ہے جس کے نتیجے میں بدعنوانی اور جرائم میں کمی آتی ہے اور معاشرتی نظام پر متعدد مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قاضی کے منصب کے لیے مطلوبہ اوصاف کے متعلق امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ:

"امام وخلیفہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا حکم اس شخص کو مقرر کرے جو علم کے ساتھ سکینہ ووقار کی صفات کے ساتھ بھی آراستہ ہو اور عقل وفہم کے ساتھ صبر اور بردباری کے ساتھ مزین ہو۔ عادل ہو، امین ہو، حرام خوری سے پاک اور منزہ ہو۔ گھٹیا خواہشات سے پرہیز کرتا ہو، اللہ کی ذات کے معاملے میں سخت اور قوی ہو، بیدار ہو، اللہ کی ناراضگی سے بچنے والا ہو، اوندھی عقل والا بزدل نہ ہو جس کو ڈرادیا جائے اور نہ انتہائی طور پر مسلط ہونے والا ہو جو کبھی نرمی نہ کرے، بلکہ متوسط ومعتدل مزاج ہو پسندیدہ خصال کا حامل ہو اور ان تمام خوبیوں کے ساتھ امام وخلیفہ اس کو یونہی آزاد ومطلق العنان بھی نہ چھوڑدے بلکہ ہمیشہ اس کی سیرت وکردار کے بارے میں تفتیش کرتا رہے اور اس کے حال اور طریقہ کار سے آگاہی رکھے۔ لہٰذا جس چیز کو قائم اور باقی رکھنا ہو اسے احسن طریقے سے باقی رکھے۔ اور اس کو بیت المال سے وظیفہ (تنخواہ) بھی ادا کرے اگر ایسا آدمی نہ ملے جو بلا معاوضہ کام کرے۔ وہ امام کی صواب دید پر ہے کہ کتنا دینا ہے؟ اس قدر دے جسے وہ خود سمجھے کہ یہ اس کو کافی رہے گا اور اس کو ان امور میں قوی کرے گا جن کا اس کو ولی اور ذمہ دار بنایا ہے۔"[42]

جج کو مقدمات کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہونا نہایت ضروری ہے، تاکہ وہ فیصلہ دیتے وقت تمام عوامل کو پوری بصیرت کے ساتھ مدنظر رکھ سکے۔ اس کی اخلاقی ساکھ اور ذاتی زندگی کا بھی عدلیہ کی عزت ووقار پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ ایک جج کے کردار اور سیرت کا صاف، شفاف اور ہر قسم کے شبہات سے پاک ہونا ضروری ہے تاکہ عوام اس پر مکمل اعتماد کر سکیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے کوفہ کے قاضی سے جب یہ سوال کیا کہ منصب قضا کے لیے کن خوبیوں کا حامل ہونا ضروری ہے تو قاضی نے جواب دیا کہ:

AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 146-161

" قاضی بننے کے لیے پانچ خوبیاں ہونا ضروری ہیں۔ ۱۔ پاک دامن، ۲۔ بردبار، ۳۔ اسے سابقہ فیصلوں کا علم ہو، ۴۔ عقل والوں سے مشورہ لے، ۵۔ لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ "[43]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

" حاکم کے لیے اللہ ورسول اور اجماع علما کے خلاف فیصلہ کرنا حرام ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حاکم جب تک حدیث وفقہ کا عالم اور عقل و تقویٰ والا نہ ہو اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک یہ بھی فرماتے ہیں کہ آج کے زمانے میں ان اوصاف والا آدمی مجھے نظر نہیں آتا لہٰذا جس میں علم و تقویٰ ہو اس کو محکمہ قضا سونپ دو۔ "[44]

عبد الملک بن حبیب فرماتے ہیں کہ:

" اگر علم و تقویٰ نہ ہو تو عقل و تقویٰ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لیے کہ عقل کے ذریعے تحقیق و تفتیش کرے گا اور اسی عقل کے ذریعے سے تمام اوصاف کا حامل ہو گا اور تقویٰ کے ذریعہ ظلم سے محفوظ رہے گا۔ کیوں کہ علم تلاش سے مل جاتا ہے اور عقل تلاش سے نہیں ملتی۔ "[45]

امام الماوردی کے مطابق قاضی میں سات شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

" 1۔ مرد ہونا اور بالغ ہونا (کچھ کے نزدیک عورتیں بھی قاضی بن سکتی ہیں)، ۲۔ آزاد ہونا، ۳۔ عاقل ہونا (اس کے ساتھ ہوشیار، ذکی الطبع اور سہو و غفلت سے محفوظ ہونا)، ۴۔ مسلمان ہونا، ۵۔ عادل ہونا (یعنی صادق القول، امین، پاک دامن، پرہیز گار شبہات سے محفوظ خوشی اور خفگی میں یکساں قابل اطمینان اور بامروت ہونا)، ۶۔ قوت سامعہ اور باصرہ سلامت ہونا، ۷۔ علوم شرعیہ کے اصول سے واقفیت تامہ اور فروع میں اعلیٰ مہارت رکھنا۔ "[46]

جج کے اوصاف پاکستانی قوانین کی روشنی میں:

پاکستانی قوانین کے مطابق جج کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

" آرٹیکل نمبر ۱: آسمان اور زمین کا باہمی توازن میزان عدل اور مساوات پر قائم ہے۔ اس لیے جج کا فرض ہے کہ وہ تمام معاملات میں اصول مساوات کو مستحکم کرے۔

آرٹیکل نمبر ۲: جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا ترس، پرہیز گار اور قانون پسند ہو۔ اس کی رائے دانائی کا مرقع ہو اس کا عمل محتاط، متحمل اور نقائص سے پاک ہو اور اپنے اختیارات عدل کی ادائیگی میں ایک جج مضبوط ہو مگر درشت نہ ہو، شائستہ ہو لیکن کمزور نہ ہو، اس کے قول و فعل میں صداقت اور ہم آہنگی ہو اور وہ اپنے روبرو پیش ہونے والے معاملات میں مکمل توازن اور غیر جانب داری سے فیصلہ کر سکے۔

آرٹیکل نمبر ۳: اپنی نجی اور سرکاری زندگی میں ایک جج کا طرز عمل ہر قسم کی نامناسبت سے پاک اور نا قابل ملامت ہونا لازمی ہے۔

آرٹیکل نمبر ۴: ایک جج کو بڑی سختی کے ساتھ کسی ایسے مقدمے کی سماعت سے پرہیز کرنا چاہیے جس میں خود اس کی اپنی یا جس میں اس کے عزیز و اقارب میں سے کسی کی دل چسپی ہو۔ ایک جج کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی ایسے فریق کا مقدمہ سماعت نہ کرے جس میں کسی فریق یا اس کے وکیل کے ساتھ اس کے تعلقات دوسرے فریق یا اس کے وکیل کے ساتھ زیادہ قریبی ہوں یا اس کے تعلقات دونوں فریقین یا ان کے وکلا کے ساتھ دوستانہ ہوں۔ ایک جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف عدل کرے بلکہ اس بات کا

اہتمام کرے کہ جس سے پتا چلے کہ واقعی عدل کیا گیا ہے۔ ایک جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رائے اور عمل کو بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی ذاتی مفاد کے خیال سے متاثر نہ ہونے دے۔

آرٹیکل نمبر ۵: اپنی سرکاری پوزیشن کو کسی فوری یا آئندہ مفاد اٹھانے کے لیے استعمال کرنا بہت بڑا عیب ہے۔ ایک جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی ادارے یا اشخاص کا زیر بار احسان یا قرض دار نہ ہو تاکہ اس کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

آرٹیکل نمبر ۶: ایک جج کو ایسے فرائض اور ذمہ داریوں سے کنارہ کش رہنا چاہیے جو غیر عدالتی نوعیت کی ہوں اسے لازم ہے کہ وہ کسی بھی انتخابی عہدہ کے لیے امیدوار نہ بنے، خواہ وہ عہدہ کسی ادبی یا سماجی ادارہ کا ہو۔

آرٹیکل نمبر ۷: تحائف قریبی رشتہ داروں اور گہرے دوستوں سے وصول ہوسکتے ہیں مگر وہ بھی ایسے معمولی تحائف جن کے لینے دینے کا رواج ہو۔ ہر وہ چیز جو سرکاری منصب سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کے لیے پیش کی جائے ہر حال میں مسترد کر دینی چاہیے۔ ضیافتوں اور دعوتوں میں شرکت کرتے وقت اس بات کا احتیاط لازمی ہے کہ دعوت دینے والے کا مقصد کسی نہ کسی صورت میں جج کی غیر جانب دار شخصیت کو ملوث نہ کر سکتا ہو۔

آرٹیکل نمبر ۸: عدالتی فرائض کی انجام دہی میں دوسرے جج صاحبان کے ساتھ مخلصانہ ہم آہنگی برقرار رکھنی چاہیے اور جب بھی کسی دوسرے جج سے اختلاف رائے کی نوبت آئے تو اس اختلاف کا اظہار متحمل اور شائستہ الفاظ میں کرنا چاہیے۔"[47]

خلاصہ

عدل و انصاف انسانی معاشرے کی بنیاد ہے جو امن، استحکام اور اجتماعی ترقی کے لیے ناگزیر حیثیت رکھتا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ حقیقی کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس میں عدل کا مؤثر نظام قائم نہ ہو۔ عدل کی اہم اقسام میں قانونی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی عدل شامل ہیں، جو انسانی زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں منصبِ قضا کو نہایت اہم اور حساس ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ یہ ہی وہ منصب ہے جس سے معاشرہ انتشار، بدامنی بدنظمی اور فتنہ فساد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی لیے اس ذمہ داری کو عدل و انصاف اور دیانت کے ساتھ ادا کرنے کی صورت میں بہت فضائل اور اجر و ثوب ہے، لیکن کوتاہی کی صورت میں سخت عذاب کی وعید بھی ہے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں قاضی کے لیے اعلیٰ اخلاقی اوصاف، علم، دیانت، تقویٰ، حکمت اور معاملہ فہمی ضروری قرار دی گئی ہے، جب کہ آدابِ قضا جیسے عدل کا قیام، مساوات، مشاورت اور شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے کرنا بھی لازمی ہیں۔ اسی تسلسل میں دیکھا جائے تو پاکستانی قانونی نظام میں بھی قاضی کے لیے مخصوص اوصاف اور معیارات مقرر کیے گئے ہیں، جو درحقیقت عدل و انصاف کے اسی جامع تصور کی عملی توسیع ہیں۔

یہ تحقیقی مطالعہ عدل و قضا کے اسلامی تصور کو واضح کرتا ہے اور موجودہ دور کے قانونی و سماجی مسائل کا حل سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں فراہم کرتا ہے۔

نتائج و تجاویز

عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کے استحکام اور ترقی کی بنیادی شرط ہے، اور سیرتِ نبوی ﷺ اس حوالے سے ایک مکمل اور عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ نظامِ قضا کی کامیابی کا بنیادی انحصار قاضی کے اخلاقی اوصاف، دیانت اور عدل پر مبنی فیصلوں پر ہے۔ اس لیے ضروری ہے

کہ عدالتی نظام میں ایسے افراد کو شامل کیا جائے جو علم، تقویٰ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہوں۔ مزید بر آں، موجودہ قانونی نظام میں اسلامی عدالتی اصولوں کو زیادہ مؤثر طریقے سے شامل کرنے، قاضیوں کی اخلاقی و پیشہ ورانہ تربیت کو مضبوط بنانے، اور عدل و مساوات کے عملی نفاذ کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ایک منصفانہ، پُرامن اور متوازن معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

حوالہ جات:

---

[1] القرآن، سورۃ الاعراف، ۲۹

[2] القرآن، سورۃ الشوریٰ، ۱۵

[3] القرآن، سورۃ النساء، ۱۳۵

[4] القرآن، سورۃ المائدہ، 8

[5] مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم (بیروت۔ لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۴ھ) ج:۴، ص:1996، ح:2578

[6] القرآن، سورۃ ہود، 102

[7] مسلم، صحیح مسلم، ج:4، ص:1997، ح:2583

[8] القرآن، سورۃ النساء، ۵۸

[9] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، طبع دوم (مصر: شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفی البابی، ۱۹۷۵ء) ج:۳، ص:۶۰۹، ح:۱۳۲۹

[10] القرآن، سورۃ البقرۃ، ۲۱۵

[11] القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، ۳۳

[12] القرآن، سورۃ المائدۃ، ۳۲

[13] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، طبع اول (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) ج:۲، ص:۱۰۸، ح:۱۴۰۹

[14] البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، السنن الکبیر، طبع اول (القاہرۃ: مرکز ہجر للبحوث والدرسات العربیۃ والاسلامیۃ،، ۱۴۳۲ھ) ج:۲۰، ص:۲۴۵، ح:۲۰۱۹۰

[15] مسلم، صحیح مسلم، ج:۳، ص:۱۴۵۸، ح:۱۸۲۷

[16] الدارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر، سنن الدارقطنی، طبع اول (بیروت۔ لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۴ھ) ج:۵، ص:۳۷۵، ح:۴۴۷۸

[17] الترمذی، سنن الترمذی، ج:۳، ص:۶۰۶، ح:۱۳۲۵

[18] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد (دھلی۔ الھند: کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، المطبعۃ الانصاری، ۱۳۲۳ھ) ج:۳، ص:۳۲۵، ح:۳۵۷۵

[19] البیہقی، السنن الکبیر، ج:۲۰، ص:۲۷۵، ح:۲۰۲۴۸

[20] ایضاً، ج:۲۰، ص:۲۷۵، ح:۲۰۲۴۸

[21] القرآن، سورۃ النساء، ۵۸

[22] القرآن، سورۃ الحجرات، ۹

[23] البخاری، صحیح البخاری، ج:۳، ص:۱۱۱، ح:۱۴۲۳

[24] ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، طبع دوم (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء) ج:۲، ص:۳۴۱

[25] القرآن، سورۃ النساء، ۱۰۵

[26] ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج:۳، ص:۳۲۴، ح:۳۵۷۳

[27] القرآن، سورۃ ص، ۲۶

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

[28] البیہقی، السنن الکبیر، ج:۲۰، ص:۳۳۶، ح:۲۰۳۶۸

[29] البخاری، صحیح البخاری، ج:۹، ص:۶۵، ح:۷۱۵۸

[30] ابو الحسن علی بن عمر بن احمد، الدار قطنی، سنن الدار قطنی، طبع اول (بیروت۔ لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، 1424ھ) ج:۵، ص:۳۶۵، ح:۴۴۶۶

[31] ایضاً، ج:۵، ص:۳۶۶، ح:۴۴۶۷

[32] ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج:۳، ص:۳۲۷، ح:۳۵۸۲

[33] القرآن، سورۃ البقرۃ، ۱۸۸

[34] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:۱، ص:۵۲۱

[35] البخاری، صحیح البخاری، ج:۳، ص:۱۸۰، ح:۲۶۸۰

[36] ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج:۳، ص:۳۲۶، ح:۳۵۷۸

[37] ایضاً، ج:۳، ص:۳۲۷، ح:۳۵۸۱

[38] البیہقی، السنن الکبیر، ج:۲۰، ص:۴۱۲، ح:۲۰۵۰۶

[39] الدار قطنی، سنن الدار قطنی، ج:۵، ص:۳۶۷، ح:۴۴۷۰

[40] الہیثمی، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، (القاہرۃ۔ مصر: مکتبۃ القدسی، ۱۴۱۴ھ) ج:۴، ص:۱۹۹، ح:۷۰۳۲

[41] البخاری، صحیح البخاری، ج:۹، ص:۶۷، ح:۷۱۶۳

[42] البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، طبع اول (بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۰ء) ج:۶، ص:۲۷

[43] البیہقی، السنن الکبیر، ج:۲۰، ص:۳۱۹، ح:۲۰۳۳۲

[44] القرطبی، محمد بن الفرج، اقضیۃ رسول اللہ ﷺ (بیروت۔ لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۲۶ھ) ص:۷

[45] ایضاً، ص:۷

[46] الماوردی امام ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ، مترجم: سید محمد ابراہیم، مولوی (لاہور: قانونی کتب خانہ، سن ند) ص:۱۱۷، ۱۱۸

[47] کنیز فاطمہ، اسلامی نظام عدل کی روشنی میں پاکستان کے عدالتی نظام کا تحقیقاتی مطالعہ (کراچی: شعبہ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، س، ن) ص:۲۸۲